مفتی ذاکرحسن نعمانی

فانی کے ساتھ باقی مجالس

جناب مفتی ذاکرحسن نعمانی صاحب دارالعلوم حقانیہ کے فیض یافتہ قابل و فاضل شخصیت ہیں۔ جامعہ حقانیہ، ادارہ ''الحق'' آپ کا خصوصی ممنون ہے کہ آپ نے حضرت فانی صاحب کی علالت کے دوران تقریباً ایک ماہ سے زائد بے لوث خدمت کی اور روزانہ اِن کی ضرورتوں کا خیال رکھا اور حضرت فانی صاحب کے ساتھ تقریباً روزانہ علمی اور ادبی مجالس دوران بیماری کے اثر کو زائل کرنے کیلئے منعقد کیں۔.................

صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک پچھلے چند سالوں سے شوگر کے مریض تھے۔ چند دن قبل میرے بھانجے مفتی یاسر احمد زیرک کا فون آیا کہ جناب محترم فانی صاحب کو کڈنی سنٹر حیات آباد پشاور (حیات آباد کمپلیکس) ڈائی لائیسز (Dialysis) کے لیے لارہے ہیں، آپ ان کے ساتھ تعاون کریں۔ میری امامت وخطابت کی مسجد (مسجد تکبیر فیز 4) اور رہائش چونکہ کڈنی سنٹر کے بالکل پڑوس میں ہے، اور بعض ڈاکٹر حضرات سے کچھ تعارف بھی ہے، اس لیے فانی صاحب کی آمد سے کچھ دیر پہلے کڈنی سنٹر پہنچ کر ان کے انتظار میں کھڑا تھا، ایمبولینس پہنچی، جس میں آپ کے ساتھ آپ کے بھائی محمد اسماعیل، بیٹا محمود ذکی اور مولانا محمد اسرار مدنی صاحب کے علاوہ خدمت کے لیے چند طلبہ کرام تھے۔ چونکہ کڈنی سنٹر محدود بیڈز پر مشتمل ہے، اتوار کا دن تھا، کوئی بیڈ خالی نہیں تھا، لیکن میرے ہسپتال جانے سے قبل بعض سرکاری باثر افراد کے کڈنی سنٹر سفارشی فون بھی آچکے تھے، اس لیے فوری طور پر آپ کو انتہائی نگہداشت وارڈ (ICU) میں داخل کردیا گیا، اور تمام ڈاکٹر حضرات آپ کے خصوصی علاج کی طرف متوجہ ہوگئے، علاج کا سلسلہ برابر ایک ماہ تک جاری رہا۔

تذکرہ فانی:

میں نے ان کے نام کے شروع میں اپنی طرف سے لفظ صاحبزادہ کا اضافہ کیا ہے۔ فانی صاحب کے والد محترم مرحوم ومغفور فاضل دیوبند اور جامعہ حقانیہ کے صدر مدرس تھے۔ بقول حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدظلہ العالی ''صدر صاحب'' اپنے دور کے شاہ ولیؒ اللہ تھے۔ میرے خیال میں علوم وفنون میں علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہم سری کررہے تھے۔ چونکہ فانی صاحب ان کے بیٹے ہیں، اس لیے میں نے ان کے نام کے ساتھ لفظ صاحبزادہ کا اضافہ کیا۔

---

* استاذ حدیث وتخصص جامعہ عثمانیہ پشاور، وسابق شریعہ ایڈوائزر خیبر بینک پشاور

فانی صاحب تھے تو سب کی طرح واقعی فانی ،لیکن کام ان کے تھے سب باقی اور لاثانی ۔آپ حافظ، عالم، مدرس، مصنف اور فارسی ،اردو، عربی اور پشتو زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔آپ نے دنیا سے رخصت ہونے والے بڑے بڑے علماء کے ہرزبان میں انتہائی وقیع مرثیے لکھے ہیں، جوملک کے اہم دینی رسالوں بالخصوص ''ماہنامہ الحق'' میں شائع ہوئے ہیں۔آپ جس زبان میں شاعری کرتے تھے،تواس زبان کے ماہر اور تجربہ کار زبان دان معلوم ہوتے تھے۔ بڑے اونچے درجے کی شاعری کرتے تھے۔جب شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ جامعہ حقانیہ تشریف لائے تھے ،بڑے بڑے علماء موجود تھے ،بڑی ادبی مجلس تھی جس میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنا منظوم کلام پیش کیا تھا، جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے جب فانی صاحب کا اردو زبان میں منظوم کلام سنا تو فرمایا: پختہ کلام ہے۔شیخ الاسلام جیسی علمی شخصیت اور اہل لسان قادرالکلام شاعر کا یہ جملہ فانی صاحب کی مسلم الثبوت شاعری کی سب سے بڑی دلیل اور تصدیق ہے۔آپ پشتو زبان کے خیبر پختون خواہ میں واحد پشتون شاعر ہیں، جنہوں نے فارسی زبان میں ''من الالف الی الیاء'' تک دیوان مرتب کیا ہے۔فانی صاحب ایک باغ وبہار ،آزاد منش اسلامی شاعر تھے ۔آپ کی مجلس میں طبیعت اکتاتی نہیں تھی، بلکہ مجلس کوطول دینے پر اکساتی تھی۔

ہسپتال اور سخت بیماری کی حالت میں علمی ادبی مجلس ہروقت قائم رہتی تھی ۔آپ کی ہمت اور حوصلہ قابل دید تھا ۔علماء وطلباء کا آپ کے اردگرد ہروقت جمگھٹا رہتا تھا۔مجالس کی باقاعدہ ریکارڈنگ ہوتی تھی ۔آپ کے ضعف، کمزوری اور بیماری کودیکھ کر ایک طالب کے منہ سے یہ جملہ نکلا کہ آپ کا دماغ ٹھیک ہے؟ اس کا مطلب تھا کہ کیا حافظہ صحیح کام کررہاہے؟ توفانی صاحب نے اپنے طبعی گپ شپ والے موڈ میں جواب دیا ؟ کیا میں پاگل ہوں؟ ایک مجلس میں مجھے کہنے لگے میری بیماری نے کئی کتابوں کوجنم دیا، تذکرہ علماء زروبوی ،تذکرہ علماء حقانیہ اور فانی کے ساتھ باقی مجالس وغیرہ کڈنی سنٹر کی علمی ،ادبی اور روحانی سوغات ہیں ۔

داستانِ فنا:

21رفروری 2014ء بروز جمعہ عصر کی نماز کے بعد میں فانی صاحب کے پاس بڑے خوشگوار موڈ میں گیا، غرض یہ تھی کہ جومجالس میں نے لکھی ہیں، ان کے بارے میں گفتگو کروں اور مزید مجالس قلم بند کروں، کیونکہ میرا خیال تھا کہ مجالس کا یہ سلسلہ طویل ہوگا اور بڑی قیمتی علمی ،روحانی اور ادبی مجالس منظر عام پر آجائیں گی ،لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔میں نے دیکھا آپ پر نیم بے ہوشی کی حالت طاری ہے میرے ساتھ غنودگی کی حالت میں گفتگو کی۔میں نے کہا حضرت کچھ مجالس لکھی ہیں ،فرمایا سناؤ کیا لکھا ہے۔میں نے کہا اوراق گھر میں ہیں ۔

عشاء کے وقت سناؤں گا۔میرا خیال تھا کہ حالت سنبھل جائے گی۔ حالانکہ یہ فانی صاحب کی حیاتِ مستعار کی 59 (انسٹھ) بہاروں کے آخری لمحات اور علمی وادبی گلستان وبوستان کے اُجڑنے کی ابتداء تھی ۔وہی ہسپتال جہاں باذوق علماء،فضلاء اورطلباء کیساتھ روحانی اورنورانی علمی وادبی محفلیں قائم رہتی تھیں، یکدم ماند پڑ گئیں۔ ڈاکٹروں نے پوری تندہی اورعقیدت کے ساتھ علاج کیا۔پیر کے دن ڈائی لائسز کے دوران مجھے جناب مولانا راشد الحق صاحب نے فرمایا کہ جناب سرجن ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب (ڈائریکٹر کڈنی سنٹر) کہہ رہے ہیں کہ بس اب دعا کرو۔چنانچہ منگل کی رات کوعشاء کی نماز کے بعد فانی صاحب کے بیڈ کے قریب کافی دیر تک بیٹھا رہا۔آپ کی حالت انتہائی سیریس تھی۔ میں نے آپ کے خادم طالبعلم محمد برہان نعمانی کواپنا موبائل نمبر دیا اورکہا کہ جوکچھ بھی ہو مجھے فوراًاطلاع کردینا۔گھر آکر افسوس اور مایوسی کے عالم میں سوگیا۔ رات کے تین بجے موبائل فون گھنٹی کی بجی ،فون آن کیاتو طالب علم نے یہ المناک خبرسنائی کہ فانی صاحب انتقال کرگئے ۔فوراًICU پہنچا ان کودیکھ کربے اختیا روپڑا۔خیال آیا کہ جناب مولانا راشد الحق صاحب کواطلاع کردوں کیونکہ فانی صاحب اورراشد الحق صاحب کا آپس میں محبت اورعقیدت کا گہرا تعلق ہے۔راشد الحق صاحب اکوڑہ خٹک سے باربار بیمار پرسی ،تیمارداری اورنگرانی کے لیے تشریف لاتے تھے لیکن میں نے راشد الحق صاحب کوفون نہیں کیا سوچا کہ اس وقت ان کوفون کرکے کیوں پریشان کروں۔لہٰذا خود ہی تمام امورنمٹانے کی ٹھان لی ۔فانی صاحب کے بیٹے محمود ذکی کوفون کیا،جناب محمود ذکی اپنی والدہ کے ساتھ حیات آباد میں اپنے خالو کے گھرمقیم تھے۔دن بھرابو کی خدمت کے بعد رات تھوڑی دیر آرام کے لیے خالوکے گھر چلے جاتے اورپھر وارڈ میں طلبا کرام فانی صاحب کی خدمت اورنگرانی کرتے ۔جناب فانی صاحب کی اہلیہ بھی دن میں دومرتبہ ICU تشریف لاتیں۔کافی دیر تک فانی صاحب کی خدمت میں مصروف رہتیں ۔مثلاً صفائی ،کپڑے بدلنا وغیرہ یہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔محمود ذکی کو میں نے انتقال کی اطلاع نہیں دی میں نے کہا آپ آجائیں ۔فانی صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔چنانچہ وہ اپنے خالو مولانا مقبول صاحب کے ساتھ فوراپہنچ گئے ۔اپنے عظیم باپ کودیکھتے ہی حالت غیر ہوگئی۔ میں نے خوب دلاسہ اورپُرسہ دیا۔میں نے کہا کہ فانی صاحب تو فانی ہوگئے لیکن باقی (اللہ) موجود ہیں ،وہ تمہارا ذمہ دار ہے۔ جب اس کی حالت ذرا سنبھل گئی تو میں نے کہا اب والدہ صاحبہ کوفون کرواور بتاؤ کہ فانی صاحب ٹھیک ہیں، کیونکہ فی الحال ان کوبھی پریشان نہیں کرنا چاہیے چنانچہ میں اورقاری مقبول صاحب موٹرسائکل پرسوار ہوکر گئے اورایمبولنس کابندوبست کیا۔ایمبولنس کڈنی سنٹر آئی اورجناب فانی صاحب کاجسدِ خاکی احترام اورعقیدت کے ساتھ اس میں رکھااورساتھ ان کے بیٹے محمود ذکی کوبٹھایااوران سے کہا کہ اپنے خالو کے گھر جائیں اوروہاں سے مستورات کوساتھ لے کرحقانیہ پہنچ جائیں۔چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ کے انتقال کے میسجز (SMS) ہرطرف پھیلنا شروع ہوگئے ۔آپ

کی وصیت کے مطابق جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں 11 بجے بروز بدھ نماز جنازہ کا وقت مقرر ہوا۔

جناب فانی صاحب نے وصیت کی تھی کہ میرا پہلا جنازہ حقانیہ میں میرے استاذ ومربی حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب پڑھائیں گے۔اگر آپ کہیں سفر پر ہوں تو پھر میرے استاذ حضرت العلامہ مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم جامعہ حقانیہ نماز جنازہ پڑھائیں۔حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب عمرہ کے سفر پر تھے۔اس لیے نماز جنازہ حضرت العلامہ مولانا انوار الحق صاحب نے پڑھائی۔نماز جنازہ میں حقانیہ کے مدرسین،شیوخ، محدثین اور طلبہ کرام کے علاوہ جامعہ حقانیہ کے قدیم وجدید فضلاء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔جنازہ سے قبل بڑے بڑے محدثین اور شیوخ نے فانی صاحب کی حقانیہ میں علمی خدمات اور جامعہ کے ساتھ مرتے دم تک وفاداری پر خراج تحسین پیش کیا۔فانی صاحب نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ میرا دوسرا جنازہ میرے آبائی گاؤں زروبی ضلع صوابی میں جناب مولانا فضل علی حقانی سابق وزیر تعلیم خیبر پختونخواہ کی صوابدید پر ہوگا یا پھر وہ خود پڑھائیں گے۔چنانچہ 3 بجے سہ پہر حضرت مولانا فضل علی حقانی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور پرنم آنکھوں اور ہچکیوں کے ساتھ آپ کے جسدِ خاکی کو اپنی والدہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی آمد:

(1)......حضرت مولانا سمیع الحق صاحب عیادت کے لیے تشریف لائے،جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ آپ ایک انتہائی اہم اور بڑی علمی وسیاسی شخصیت کے مالک ہیں۔ملکی سیاست میں بھی آپ کا نمایاں کردار ہے،اس لیے فانی صاحب نے فرمایا کہ آپ کا وجود ضروری ہے۔اشارہ تھا کہ حضرت اپنی چلت پھرت میں احتیاط رکھیں،اس لیے کہ حالات خراب ہیں۔

روشن چراغ کا تذکرہ:

(2)......حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب تشریف لائے،فانی صاحب اور حضرت مفتی صاحب ہم عمر،ہم استاذ اور ہم سبق ہیں۔دوستانہ ماحول میں آزادانہ بات چیت ہوئی۔حضرت مفتی صاحب کا حال ہی میں دل کا آپریشن ہوا تھا۔خیریت پوچھی اور ساتھ ہی فانی صاحب نے مفتی صاحب کے ہاں اپنی غیر حاضری کے بارے میں فرمایا کہ میں شرمندہ ہوں کہ آپ کے ہاں حاضر نہ ہوسکا(جس کی وجہ فانی صاحب کی بیماری تھی۔)حضرت مفتی صاحب نے اپنے اکابر اساتذہ کرام کا تذکرہ ماہنامہ العصر میں قسط وار شائع کیا ہے۔''روشن چراغ'' کے نام سے کتاب شائع ہورہی ہے۔فانی صاحب نے مفتی صاحب سے مزاحیہ انداز میں فرمایا جو باتیں آپ نے چھوڑ دیں ہیں۔ان پر حاشیہ میں چڑھاؤں گا تاکہ تذکرہ مکمل ہوجائے۔

منفرد ناظم تعلیمات:

(3)......حضرت مولانا حسین احمد صاحب (ناظم تعلیمات واستاذ حدیث جامعہ عثمانیہ پشاور) جب تشریف لائے تو ان کے ساتھ خوب گپ شپ ہوئی، چند ادبی اور بلند پایہ اشعار بھی سنائے۔ فرمایا کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں: باذوق، بدذوق اور بے ذوق۔

ان میں سب سے برا بدذوق ہے اور سب سے اچھا باذوق ہے اور بے ذوق گزارا حال ہے۔ اس موقع پر بندہ نے ایک شعر سنایا جس سے خوب محظوظ ہوئے۔

شوق نہیں ذوق نہیں سوز نہیں   زاہد خشک کا جینا بھی کوئی جینا ہے

فرمایا: میں نے زندگی میں دو ناظم تعلیمات دیکھیں ہیں: ایک حضرت مولانا سلطان محمود صاحب فاضل سہارنپور، ناظم تعلیمات وناظم مالیات جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ انتہائی امانت دار اور دیانت دار تھے۔ فرمایا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔

فرمایا: حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے ساتھ دفتر اہتمام میں بیٹھے ہوتے تھے، حضرت شیخ الحدیث کے صرف ہونٹ ہلتے تھے اور ناظم تعلیمات صاحب جی ہاں، جی ہاں کرتے تھے۔

فرمایا: انتہائی رمز شناس تھے، اندازہ لگائیں، حضرت الشیخ اور ناظم تعلیمات کی آپس میں کتنی زبردست under standing تھی، ایک دوسرے کے ہونٹوں کے اشارے بھی سمجھتے تھے۔

فرمایا: دوسرے ناظم آپ (مولانا حسین احمد)۔ مولانا حسین احمد صاحب جامعہ عثمانیہ پشاور کے ناظم تعلیمات اور انتہائی منتظم اور احسن طریقہ سے اپنا شعبہ چلا رہے ہیں، جس کی وجہ سے جامعہ بہت جلد ملک کے بڑے بڑے مدارس کی صف میں شامل ہوگیا ہے۔ سعدی اور غالب کی ثنائے مصطفیٰ ﷺ اسی مجلس میں فرمایا: لوگ تو شیخ سعدی کے کلام بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ کو حضور ﷺ کی تعریف میں کمال سمجھتے ہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ غالب نے اس بارے میں کمال کر دیا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم   کہ او ذات پاک مرتبہ دان محمد است

فانی صاحب فرمانے لگے کہ ایک طالب علم نے کہا کہ غالب تو شیعہ تھا۔ میں نے کہا اس کے ساتھ ہمارا کیا کام ہے، ہم تو امرأ القیس کی طرح کافر شاعر کے بھی اشعار پڑھتے اور پڑھاتے ہیں بلکہ قرآن وحدیث کے الفاظ کے صحیح معانی اور مفہوم کو متعین کرنے کے لیے جاہلیت کے شعراء کا کلام بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔

بندے کے خیال میں ہر کوئی حضور ﷺ کی تعریف کرسکتا ہے۔ بڑے بڑے کفار کے حضور ﷺ کے بارے میں تعریفی کلمات موجود ہیں "والفضل ماشھد ت بہ الاعداء" اگر غالب نے حضور ﷺ کی تعریف میں

کمال کردیا تو کیا ہم اس کو ٹھکرا دیں؟ مجھے (ذاکر حسن) خود جناب احمد رضا خان بریلوی کا ایک شعر بہت پسند ہے' آپ نے بھی حضور ﷺ کی تعریف میں کمال کردیا ہے۔لکھتے ہیں ؎

تجھے یک نے یک بنایا   تیرے پائے کا نہ پایا

''بعد از خدا بزرگ تو قصہ مختصر''   میں بھی اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔

والدہ کا ڈاکٹر پر عتاب:

(4)......فرمایا: ایم ایم اے کی حکومت میں والدہ صاحبہ بیمار ہوگئیں۔حکومت کی طرف سے دل کی بیماری اور Pumping کو کنٹرول کرنے کیلئے Pacemaker لگایا۔ایک مشہور معالج اور ماہر قلب کے منہ سے یہ بات نکلی کہ یہ آلہ کسی نوجوان کو لگانا چاہیے تھا،فانی صاحب کی والدہ نے ڈاکٹر کی زبان سے جب یہ جملہ سنا تو ڈاکٹر سے کہا،بیٹا ذارادھر آؤاور بات سنو۔ڈاکٹر قریب آئے تو ان سے کہنے لگیں''اللہ تعالیٰ نے آپ کو صلاحیت دی ہے، آپ ماہر فن ہیں،سنو! بری ضرب اور مار آدمی بھول جاتا ہے لیکن بری بات آدمی نہیں بھولتا اور ڈاکٹر سے مزید کہا میں یہ تو نہیں کہتی کہ میری بیماری تیری بیوی اور تیرے بچوں کو لگ جائے۔البتہ یہ کہتی ہوں کہ اللہ کرے میری بیماری تجھے لگ جائے۔پھر میں آپ سے پوچھوں گی کہ اب بتاؤ! یہ آلہ کس کو لگنا چاہیے۔'' یہ باتیں سنتے ہی ڈاکٹر کے اوسان خطا ہوگئے،کپکپی طاری ہوگئی۔ہاتھ کانپنے لگے اور آپریشن تھیٹر چھوڑ کر نکل گئے،پھر ایک دن اپنے پرائیویٹ کلینک بھی نہیں گئے اور بعد میں خوب معافی مانگی کہ مجھے معاف کردیں،مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

میرا عقیدہ ایمان:

(5)......فرمایا: میرا عقیدہ تو وہی ہے جو امام صاحبؒ نے فرمایا''إیمانی کایمان جبرئیل'' لیکن عبادت میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔البتہ عشق رسول میرا سرمایہ ہے،ان شاء اللہ مغفرت کے لیے کافی ہے۔پھر فرمایا ؎

تیری معراج لوح وقلم تک ہے   میری معراج تیرے قدم تک ہے

فرمایا: میری تو آرزو تھی کہ اپنے بیٹے کی دستار فضیلت (دستار بندی) دیکھوں گا،اس کی شادی دیکھوں گا، لیکن شاید ایسا نہ ہوسکے۔چلو شیخ الہند سے ملاقات ہوگی،حضرت مدنیؒ سے ملاقات ہوگی،حضرت ابوالکلام آزاد سے ملاقات ہوگی،جامی کی زیارت نصیب ہوگی۔اپنے بیٹے محمود زکی سے فرمایا: میرے پاس امانتیں ہیں،کہیں امانتوں کو میراث نہ بنادینا۔

دارالعلوم حقانیہ سے بے پناہ عشق:

(6)......جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بارے میں فرمایا: حقانیہ سے مجھے محبت ہے،میری مادر علمی ہے،میرا لڑکپن،

جوانی یہیں گزری ہے، گاؤں اور وطن نہیں جاتا، کوئی اس کی اینٹ کو کالا کہے تو اس کا نصیب کالا ہو۔اس کا در دیوار میرے لیے حرم کی حیثیت رکھتا ہے۔

فرمایا: ایک مرتبہ کراچی سے آیا تو پہلے حقانیہ کی مسجد کا دروازہ چوما، پھر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

مفتی نظام الدین شامزئی کا ذوق شاعری:

(7)......فرمایا: جناب حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ بھی بڑے باذوق انسان تھے، ان کے سامنے ایک دفعہ میں نے چند اشعار پڑھے تو وجد میں آکر تکیہ گود میں لے کر اور دونوں ہاتھ تکیہ پر دے مارے اور ایک دفعہ کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ پیشانی پر رکھ کر فوجیوں کی طرح میری طرف سلوٹ کیا۔

علامہ افغانی اور قاری محمد طیبؒ کو موازنہ:

(8)......فرمایا: حضرت علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جناب حضرت قاری عبداللہ صاحب بنوں نے حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب سے پوچھا کہ علامہ افغانی بڑے عالم تھے یا حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب۔مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا یہ فیصلہ تو وہی شخص کر سکتا ہے جو ان دونوں سے علم وفضل میں بڑا ہو۔ پھر مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب حکیم الاسلام تھے اور علامہ افغانی صاحب فیلسوف الاسلام تھے۔

اسیر مالٹا کو اکوڑہ آمد کی دعوت:

(9)......فرمایا کہ ہم ایک دفعہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے ہاں گئے اور ان کو حقانیہ آنے کی دعوت دی۔اسیر مالٹا نے فرمایا کس لیے آئے ہو؟ تو مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا کہ لوگ حقانیہ میں آپ کی زیارت کریں گے؟ تو اسیر مالٹا نے فرمایا: کیا میں سینما ہوں (حضرت کی عادت تھی کہ شہرت سے انتہائی گریز کرتے تھے) مولانا ان کے مزاج شناس تھے، حضرت اپنے بارہ میں بڑائی کی بات پسند نہیں کرتے ان کا شدید انکار اور مولانا کا اصرار جاری تھا، بالآخر مولانا سمیع الحق نے ان کی کمزوری کی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ حضرت! آپ اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے علماء ومشائخ آپ کی زیارت کے لئے یہاں آئیں آپ کو جانا پسند نہیں۔

اسیر مالٹا کو قاری طیبؒ کا استقبال:

(10)......فرمایا: حقانیہ میں جب حضرت قاری محمد طیب صاحب کو حضرت اسیر مالٹا کی تشریف آوری کا پتہ چلا تو فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ خود جا کر ان کی قدم بوسی کروں وہ یہاں کیوں آئیں؟ پھر جب اسیر مالٹا کی آمد کا وقت قریب آگیا تو حضرت قاری محمد طیب صاحب باوجود پیرانہ سالی اور بیماری کے حقانیہ کے گیٹ کی طرف استقبال کے

لیے کھڑے تھے ۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ اسیر مالٹا تشریف لائیں اور میں بیٹھا رہوں۔ مسلسل کھڑے رہے کہ اسی اثناء میں اسیر مالٹاتشریف لائے ۔بڑا لٹھ ہاتھ میں تھا ،قد کاٹھ بڑا تھا ،آتے ہی حضرت قاری صاحب کے ساتھ بغل گیر ہوگئے اورقاری صاحب سے فرمایا ارے! آپ تو بوڑھے ہیں۔میں نے تو آپ تو میری گود میں پلے بڑھے ہیں۔

چھوٹی جنت پر کیا کرو گے:

(11)......فرمایا:ایک صاحب نے جنت میں چھوٹی سی جگہ مانگی۔ میں نے کہا بڑی جنت مانگو،ایسی جنت پر کیا کرو گے جس میں پاؤں بھی نہ پھیلاسکو۔مزاحاً فرمایا اس سےتو دوزخ اچھی ہے۔

مولانا غورغشتوی کے جنازے میں شرکت:

(12)......فرمایا: شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی کے جنازے میں میں نے شرکت کی ہے میں اس وقت اسکول کا طالب علم تھا۔آنے جانے کا میرا کل خرچہ جوہوا تھاوہ آٹھ آنے تھا۔

مفتی فریدؒ کے فتوے کی جامعہ ازہر سے تائید:

(13)......فرمایا: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ (شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ) مجدد تھے۔بہت بڑے فقیہ تھے۔ان سے کسی نے ایک مسئلہ میں اختلاف کیا پھر مخالفین نے وہ مسئلہ جامعہ ازہر بھیجا ،تو جامعہ ازہر والوں نے آپ کے بتائے ہوئے مسئلہ کی تصدیق کی ۔

علامہ افغانیؒ کی علمی شان:

(14)......فرمایا:حضرت علامہ افغانی سے میری ملاقات ہوئی ،بحرِ ذخار تھے ۔حقانیہ میں ان الحکم الا اللہ پر تین گھنٹے تقریر کی ۔انکے کان بڑے بڑے تھے۔ ماہرین کا کہنا ہے یہ بڑے اور عالی دماغ ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

(بندے نے کفن میں علامہ افغانیؒ کی زیارت کی تھی۔سرخ چہرہ تھا،اس وقت میں نے یہ بات نوٹ کی تھی کہ کان بڑے بڑے تھے۔نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ نے پڑھائی ۔میں نے حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کوسہارا دیے ہوئے تھا۔ اس لیے بہت قریب سے حضرت العلامہ افغانیؒ کی بابرکت اورمقدس لاش کی زیارت کی ۔ذاکرحسن)

مریضوں کے لئے شفایابی کی دعا:

(15)......کڈنی سنٹر کے ڈائریکٹر سرجن ڈاکٹر عطاء الرحمٰن ICU میں تشریف لائے ،چند علماء موجود تھے،بڑے ادب کے ساتھ سب حضرات کے ساتھ علیک سلیک کیا، اپنا تعارف کیا۔بندہ نے نام سنا تھا دیکھا نہیں تھا۔جناب فانی

صاحب سے کہنے لگے کہ ہمارے ہسپتال کے لیے کامیابی اور ترقی کی دعا کریں۔فانی صاحب نے فرمایا یہ دعا تو میں نہیں کرسکتا کہ مریض زیادہ ہوں،البتہ یہ دعا کروں گا کہ اللہ کرے کہ آپ کے ہسپتال کے مریض شفایاب ہوں۔

ہم غریب لیکن کچکول سونے کا:

(16)......فرمایا: ہمارے گاؤں کی ایک عورت بھکاری بن کر ہمارے گھر آئی، حالانکہ غریب نہیں تھی۔فرمایا: والدہ صاحبہ نے کہا کہ یہ ناشکری ہے،جس کے پاس مال ہو اور کہے کہ نہیں ہے،تو فرشتے کہتے ہیں اللہ کرے ایسا ہی ہو پھر والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ہم ہیں تو غریب،لیکن کچکول ہمارا سونے کا ہے۔

مولانا نافع گل جامعہ بنوری ٹاؤن کے بانی:

(17)......فرمایا: حضرت مولانا نافع گلؒ برادر حضرت مولانا عزیر گل صاحب جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے بانیین میں سے ہیں۔

مفتی فریدؒ کے بھائی ابوالوفا کا تذکرہ:

(18)......فرمایا: مولانا محمد زاہد ابوالوفاء افغانی جو مفتی محمد فرید رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی تھے،بہت بڑے عالم تھے۔فانی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ بڑی محبت کرتے تھے۔ایک دن دل لگی کے طور پر کہا کہ دنیا میں صرف تین عالم ہیں۔ایک میں (ابوالوفاء افغانی) دوسرے حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی اور تیسرے میرے والد ماجد (حضرت العلامہ مولانا حبیب اللہ زروبوی)۔فانی صاحب فرماتے ہیں میں نے مزاحاً کہا کہ اصل میں صرف آپ ہی عالم ہیں، دوسرے کو اس لیے مانتے ہیں کہ آپ کے استاذ ہیں اور تیسرے آپ کے والد ماجد تو ابوالوفاء افغانی ہنس پڑے۔

مولانا عبدالرحمٰن صدیقی کا تذکرہ:

(19)......بندہ نے فانی صاحب سے کہا کہ جناب مولانا عبدالرحمٰن صدیقی صاحب (نوشہرہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) بھی کڈنی سنٹر میں ایڈمٹ ہیں۔فرمایا: انہوں نے جمعیت کی بڑی خدمت کی ہے۔ ہر دینی تحریک میں حصہ لیا ہے اور ختم نبوت کا لٹریچر تقسیم کرتے تھے۔

ہم چھوٹے لیکن نسبت بڑی ہے:

(20)......فرمایا: کڈنی سنٹر میں میرا داخلہ آسمانی نقارہ ہے۔ Face Book پر میرا نام آگیا،بیماری کا پوری دنیا کو پتہ چل گیا۔فرمایا: امریکہ ،برطانیہ ،جرمن ،فرانس ،اسپین ،سویڈن ،بلجیم ، مکہ مکرمہ ،مدینہ منورہ ،مصر ،ایران، افغانستان ،ہندوستان ،جاپان اور بنگلہ دیش وغیرہ سے تیمارداری کے فون آئے ہیں۔اندورن ملک فون تو لاتعداد

ہیں ۔میں کمزور اور غریب بندہ ہوں ،نہ نواب ہوں ،نہ جاگیردار ہوں پھر اتنی بڑی شہرت کہاں سے آگئی ۔فرمایا: یہ علم کی برکت ہے اور علم کی نسبت ہے ،نسبت بڑی چیز ہے ۔فرمایا: میری نسبت بلند ہے اگر چہ چھوٹا ہوں آج ہر بر اعظم سے ہمدردی کا اظہار ہو رہا ہے ۔

فرمایا: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب حقانیہ تشریف لائے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا تو قاری محمد طیب صاحب نے فرمایا آپ نے میری تعریف کی۔ حالانکہ من آنم کہ من دانم ۔فرمایا: ہم چھوٹے ہیں لیکن نسبت بہت بڑی ہے :

گرچہ خوردیم لیک نسبت بزرگ ذرہ آفتاب

گھر کے کھانے کو ترجیح:

(21)......ایک دفعہ میں نے اپنے بیٹے حافظ قاری محمد سفیان کے ہاتھ عشاء کا کھانا بھیجا۔ جب کھانا پہنچا اس وقت آپ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ جب دیکھا کہ ہمارے ہاں سے کھانا آیا ہے،تو جو کھانا کھا رہے تھے وہ چھوڑ دیا اور فرمایا میں یہ کھانا کھاؤں گا اس میں اخلاص ہے ۔چنانچہ ہمارے گھر کا کھانا کھایا۔جس کی وجہ سے ہمیں بہت خوشی ہوئی۔

موت کے بعد اصل پہچان:

(22)......فرمایا: ہمارے چچا ملازم تھے ،ریٹائر ہوئے تو ڈاڑھی رکھ لی اور گاؤں کی مسجد میں امامت بھی شروع کر دی فرمایا: گاؤں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے استاد جی ہیں اور ہمارے والد محترم امام المتکلمین حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صدر مدرس جامعہ حقانیہ کے بارے میں بھی کہتے کہ یہ بھی ہمارے استاد جی ہیں۔گویا بظاہر گاؤں اور محلّہ کے عوام کو ان دونوں میں کوئی خاص فرق نظر نہ آتا تھا۔فرمایا: جب ہمارے والد محترم کا انتقال ہوا اور گاؤں اور محلّہ والوں نے ان کے عظیم الشان جنازہ میں علماء اور صلحاء کی کثیر تعداد دیکھی ،تو کہنے لگے ''اصل استاد جی تو یہ ہیں'' فرمایا: لوگوں نے میرے عظیم باپ کو پہچان لیا ،لیکن موت کے بعد۔

ٹوپی اسم ہے یا فعل:

(23)......فرمایا: شیخ الحدیث حضرت مولانا حمداللہ جان صاحب ڈاگئی نے مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت کے بعد تدریس شروع کی ۔اچھی اور اعلیٰ تدریس سے آپ کی شہرت ہوئی ۔تو ایک مولوی صاحب حضرت مولانا حمداللہ جان مدظلہ العالی کے پاس امتحان لینے کی غرض سے آئے ۔ان صاحب کی عادت ہی علماء کے ساتھ علمی چھیڑ چھاڑ تھی۔اپنے سر سے ٹوپی اتار کر حضرت مولانا حمداللہ جان ڈاگئی سے کہنے لگے ، یہ ٹوپی اسم ہے ،فعل ہے یا حرف؟ تو حضرت مولانا حمداللہ جان صاحب نے اس سے فرمایا کہ ہر قسم کیلئے مقسم ہوتا ہے۔آپ اسکا مقسم بتائیں اور مقسم میں داخل کریں، میں پھر بتادوں گا کہ ٹوپی مقسم کی کون سی قسم ہے۔ٹوپی تو مسمی ہے ،نہ اسم ہے ،نہ فعل اور نہ حرف ۔

چند دن قبل بندہ نے حضرت العلامہ مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ ملاقات کی، تو اس مولوی صاحب کا نام اور واقعہ پوچھا۔حضرت مدظلہ نے واقعہ سنایا اور فرمایا اس کا نام مولوی گلاب تھا۔

یہ بس ہے بیٹھک نہیں:

(24)......فرمایا: ہمارے والد ماجد حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صدر مدرس جامعہ حقانیہ ایک دفعہ بس میں جارہے تھے جس میں گانے بج رہے تھے۔تو والد ماجد نے کنڈیکٹر سے کہا گانے بجانے بند کردو۔تو کنڈیکٹر نے کہا کہ مولوی صاحب یہ تمہاری مسجد نہیں اس پر والد ماجد نے فوراً جواب دیا کہ یہ (بس) آپ کی بیٹھک اور ڈرائینگ روم بھی نہیں۔

صدر صاحب کی حکیمانہ تربیت:

(25)......فرمایا: جامعہ حقانیہ کے کواٹر میں والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے ایک صاحب تشریف لائے، تو میں نے اپنا تکیہ مہمان کے اکرام کے لیے پیش کیا۔تکیہ کے نیچے میرے زیرِ مطالعہ کہانیوں کی کوئی کتاب موجود تھی۔حضرت والد صاحب کی نظر اس کتاب پر پڑگئی لیکن اس وقت کچھ بھی نہ بولے، بعد میں مجھے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کی ایک جلد دی اور فرمایا اس کا مطالعہ کرو۔میں نے پوری جلد کا مطالعہ کیا جس کے بعد مواعظ کی دیگر جلدوں کے مطالعہ کا بھی چسکہ پڑگیا اور مطالعہ شروع کردیا۔فرمایا یہ میرے والد صاحب کی حکیمانہ حسن تربیت تھی۔

☆ ☆ ☆

چھین لی ہم سے زمانے نے متاعِ زندگی
بجھ چکا ہے اب چراغ آس جل سکتا نہیں

(فانی)

☆ ☆ ☆

ہم بڑھے جاتے تھے انجام سفر سے بے خبر
رُک کے جب منزل پہ دیکھا کوچہء صیاد تھا

(فانی)

☆ ☆ ☆